ڈاکٹر حمیرا صادق قریشی
ایسوسی ایٹ پروفیسر، ایف.جی پوسٹ گریجوئیٹ کالج،راولپنڈی کینٹ

اُردوزبان کے آغاز کے قیاسی نظریات

Dr. Humaira Sadiq Qureshi
Associate Professor, F.G Post Graduate College, Rawalpindi Cantt.

Speculative Theories About the Origin of the Urdu Language

In this article, the author has reviewed the speculations about the origin of the Urdu language, what is the opinion of different linguists about the origin of Urdu? Some call Urdu the developed language of the dialects of various regions and tribes. No one has the final proof of where Urdu started. Urdu and Hindi are structurally the same. However, the writing style and vocabulary of the script have separated the literary and academic aspects of both languages. Hindi is written in the Dev Nagri script and has Sanskrit origins. At the same time, Urdu became the language of Muslims by mixing Arabic and Persian. Urdu is probably the only language in the world whose origins and development have been linguistically debated and research disputes are still ongoing. All these theories have one thing in common. Among them, the origin of Urdu is based on the arrival of Muslims in the Indian subcontinent. In this way, the language that came into being after interaction with different people and local influences is called Urdu but there is a difference in determining the location.

Key Words: *Urdu language, Origin of Urdu, language of subcontinent.*

نظریہ کا تصور یونانی فلسفہ سے آیا۔ جس کا مطلب نظریہ یا نظر سے دیکھنا کے ہیں لیکن فلسفے میں نظریہ غوروفکر۔ سوچ بچار اور قیاس کے معانی میں لیا جاتا رہا۔

> " نظریہ سے مراد خیال، بات، کسی صورت حال کے حل کو بھی کہا جاتا ہے آئیڈیالوجی کسی تحریک، جماعت، یا گروہ کا وہ مخصوص نظریہ ہے جس پر اس کی بنیاد استوار کی جاتی ہے، نظریہ کسی گروہ یا سوچ کو نظریاتی طور پر ایک شناخت عطا کرتا ہے۔"[۱]

جبکہ قیاس کے معنی اندازہ لگانا یا ایک چیز کو دوسری چیز کے برابر قرار دینے کے ہیں انسانی اپنی سوچ، غور و فکر سے اندازہ لگاتا ہے کہ زبان کیسے وجود میں آئی۔ کوئی انسان کی اضطراری حرکات و تغیرات کو زبان قرار دیتا ہے۔ کسی نے پانی، ہوا کے شور کی نقل کو آواز سمجھا۔ کسی کا یہ دعویٰ حیوانات کی آواز سے الفاظ اخذ کیے گئے۔ یہ سب قیاس آرائیاں ہیں۔ انسانی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ زبان ہے۔ زندگی اور انسانی رشتوں کا تعلق، انسانی ترقی اور علم کی قوت کا راز زبان میں مضمر ہے۔ زبانیں فطری اور غیر محسوس طریقے سے سماجی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے وجود میں آتی ہیں۔ زبان کے لیے نہ وقت و مقام کا تعین ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ایک شخص زبان کو تشکیل دیتا ہے۔ جس وقت جہاں ضرورت ہوتی ہے۔ معاشرہ خود بخود ایسی زبان پیدا کر لیتا ہے جو آہستہ آہستہ وقت کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھالتی ہوئی بتدریج ارتقاء کا سفر طے کرتی رہتی ہے۔ عہد بہ عہد اس کا لہجہ بدلتا رہتا ہے۔ بہت سے الفاظ مردود و متروک ہوتے رہتے ہیں۔ نئے الفاظ جگہ لیتے رہتے ہیں۔ یہ سارا عمل انجانے طور پر عوامی سطح پر ہو رہا ہوتا ہے۔ جس طرح زندگی کے باقی ماندہ شعبوں پر انسان مسلسل غور و فکر جاری رکھے ہوئے ہے۔ بالکل اسی طرح انسان نے زبان کے متعلق بھی اپنی غور و فکر کو جاری رکھا کہ زبانوں کی جائے پیدائش۔ عہد، پیدائش اور آپس کے تعلق پر تحقیقی کام جاری رکھا۔

اردو کے بارے میں کہ اس زبان کی ابتداء کہاں کب، اور کس طرح ہوئی اردو تو کیا کسی بھی زبان کے بارے میں ایسے سوالوں کا تسلی بخش جواب بہت مشکل ہے۔ اردو زبان کی ابتداء اور ارتقاء کا مسئلہ متنازع مسئلہ ہے جس پر عرصے دراز سے کام ہونے کے باوجود کوئی قطعی نتیجہ سامنے نہیں آ سکا۔ جانبدارانہ رویوں اور تعصبات نے لوگوں کا گمراہ کیا۔ اردو کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں چار قسم کا مواد موجود ہے۔ قدیم تذکرے۔ فرانسیسی اور انگریزی تصنیفات۔ عہد متوسط کی تحریریں اور دورِ حاضر کی بے مثل تحقیقات۔ اگرچہ اردو زبان ابتداء کے بارے اب تک متعدد نظریات سامنے آ چکے ہیں مگر اُن میں تحقیق سے زیادہ جذبات کا عمل دخل ہے۔ اسی لیے کسی ایک کے بارے میں یہ رائے نہیں دی جا سکتی ہے کہ یہ نظریہ حتمی یا قطعی ہے۔ اُردو کی ابتدا کے متعلق جنہوں نے قیاسی نظریات پیش کیے اور زبان کے ارتقاء پر ایک مورخانہ نگاہ ڈالی۔ اس گروہ نے سرسری مطالعے سے اردو کی پیدائش کا تعین کر دیا۔ اس میں میر امن، انشا، سرسید، امام بخش صہبائی، محمد حسین آزاد، نصیر الدین ہاشمی، سید سلیمان ندوی، محمود شیرانی شامل ہیں۔

انشا نے دریائے لطافت میں لکھا ہے کہ "اُردو کی ابتداء شاہجہاں آباد سے ہوئی" (۲)

سر سید نے آثار الصنادید میں کچھ اس طرح اپنی رائے کا اظہار کیا کہ

"اُردو کا ہیولیٰ خلجی سلاطین کے عہد میں تیار ہو چکا تھا۔ جب امیر خسرو نے پہلیاں اور مکرنیاں، دوہروں کی شکل میں کہنا شروع کر دی تھیں۔ لیکن اس نے زبان کی شکل شاہجہاں کے عہد میں اختیار کی"۔ (۳)

تیرہویں چودہویں اور پندرھویں صدی کا زمانہ اُردو زبان کی تشکیل کا دور گردانا جاتا ہے۔ اس دور میں امرائے وقت نے اُردو کو منہ نہیں لگایا۔ ممکن ہے یہ لوگ گھروں میں بولتے ہوں گے۔ مگر ان کی تحریر و تصنیف فارسی زبان میں رہی۔ مگر اس زمانے میں بھی شعراء ہندی اور سنسکرت کے ٹھیٹ الفاظ اور عارفانہ اصطلاحیں استعمال کر رہے تھے۔

نمبر شمار	نام	تصنیف	زبان اردو
۱.	میر امن دہلوی۱۸۰۶-۱۷۴۸	باغ و بہار (مقدمہ) (۱۸۰۲)	مخلوط
۲.	محمد حسین آزاد۱۹۱۰-۱۸۳۰	آب حیات ۱۸۸۰ء شمال ہند،	برج بھاشا کی بیٹی
۳.	نصیر الدین ہاشمی۱۹۶۴-۱۸۹۵	دکن میں اُردو دکن ۱۹۲۳ء	دکن
۴.	سید سلیمان ندوی۱۹۵۳-۱۸۸۴	نقوش سلیمانی ۱۹۲۹ء	سندھ
۵.	حافظ محمود شیرانی۱۹۴۶-۱۸۸۰	پنجاب میں اُردو ۱۹۲۸ء	پنجاب

میر امن دہلوی کا نظریہ (مخلوط زبان)

میر امن نے باغ و بہار کے دیباچے میں لکھا ہے کہ اُردو کی ابتد عہد اکبری سے ہوئی ان کا بیان ہے کہ:

"حقیقت اُردو کی زبان کی بزرگوں سے یوں سنی ہے۔ کہ دلی شیر ہندوؤں کے نزدیک چو جگی ہے۔ انہیں کے راجہ پرا جا قدیم سے وہاں رہتے تھے۔ اور اپنی بھاشا بولتے تھے۔ ہزار برس سے مسلمانوں کا عمل ہوا۔ سلطان محمود غزنوی آیا۔ پھر غوری اور لودھی بادشاہ ہوئے۔ اس آمد و رفت کے باعث کچھ زبانوں نے ہندو مسلمانوں کی آمیزش

پائی۔ آخر امیر تیمور نے ہندوستان کو لیا۔ ان کے آنے اور رہنے سے لشکر کا بازار شہر میں داخل ہوا۔ اس واسطے شہر کا بازار اُردو کہلایا جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھا تب چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوم، قدر دانی اور فیض رسانی اس خاندانِ لاثانی کی سن کر حضور میں آکر جمع ہوئے۔ لیکن ہر ایک کی گویائی اور بولی جدا جدا تھی۔ اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین سودا سلف سوال جواب کرتے ایک زبان اُردو کی مقرر ہوئی"(۴)

سر سید آثار الصنادید میں شاہ جہاں کے عہد اور تمام ملکوں کے لوگوں کے شاہ جہاں آباد میں جمع ہونے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"جب آپس میں معاملہ کرتے ناچار ایک لفظ اپنی زبان کا دو لفظ اس کی زبان کے تین لفظ دوسرے کی زبان کے ملا کر بولتے اور سودا سلف لیتے۔ رفتہ رفتہ اس زبان نے ایسی ترکیب پائی کہ خود بخود ایک نئی زبان ہو گئی" (۵)

ایک ایسا ملک و مختلف نسلوں، مختلف قوموں، مختلف زبانوں کا مجموعہ تھا ناگزیر ہے کہ وہاں باہمی میل جول کے بعد ایک زبان پیدا ہو وہ پیدا ہوئی اور اس کا نام اُردو ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری کے مطابق مسلمانوں کی تمدن آمیزش کی طرح زبان میں بھی یہی نسبت پیش آئی۔ فاتحین اپنی زبان کو ہندوستان میں عام نہ کر سکے لیکن ہندوؤں کی زبان بھی اس کی عام زبان نہ ہو سکی۔ بلکہ دونوں زبانوں کے اختلاط سے ایک تیسری زبان وجود میں آئی جو اردو کے نام سے مشہور ہے۔ جب مسلمانوں نے دہلی اور اطراف کے علاقوں کو فتح کیا اور دہلی دار لحکومت بن گیا تو اس زبان میں مختلف زبانیں رفتہ رفتہ شامل ہونا شروع ہو گئیں اور اور اس علاقے کی بولی کو ترقی کرنے کا موقع ملتا رہا۔ اس کو عربی رسم الخط میں لکھا گیا۔ اور عربی فارسی اور ترکی کے الفاظ اس شامل ہونا شروع ہوئے۔ مسلمانوں کی آمد اور میل جول کے وقت پنجابی۔ سندھی، دہلوی، دکنی، گجراتی یہ سب بولیاں تھیں۔ مگر آہستہ آہستہ ترقی پا کر زبان کا درجہ حاصل کر گئیں۔

"میر امن نے اردو کو مختلف بولیوں کی آمیزش کا نتیجہ قرار دیا۔ میر زا جان طپش نے ان سے پہلے، بہتر لسانی شعور کا ثبوت دیا تھا اردو کی ایک اساس، ایک بنیاد یعنی دہلی کی قدیم بولی۔۔۔۔۔۔۔۔اسی میں عربی فارسی الفاظ کی شمولیت کا ذکر کیا"۔ (۶)

میرامن کو علم لسانیات کے متعلق کوئی معلومات نہیں تھیں۔ قصہ چہار درویش کا ترجمہ کرتے ہوئے۔ سنی سنائی بات کو مقدمہ میں لکھ دیا۔ جو کہ صرف قیاس آرائی تھی۔ اس خیال نے اور بہت سے خیالات کو جنم دیا۔ کہ ایک غلط فہمی کی بناء پر کئی دوسری غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ اردو مخلوط زبان ہونے کے باوجود کسی دوسری زبان کی پیروی یا تابع نہیں ہے۔ اردو کی اپنی گرامر اسکے اپنے حروف تہجی اپنی تذکیر و تانیث ساخت پر داخت سب کچھ ذاتی ہے۔ اردو زبان کی بے پناہ لچک ہی جذب کی کیفیت رکھتی ہے۔ اور اس کو باقی زبانوں سے جدا کرتی ہے۔ مولوی عبدالحق نے اردو کے مزاج و ساخت کے بارے میں لکھا ہے۔

"یہ ایک موٹی سی بات ہے۔ کہ جب کوئی لفظ ہماری زبان میں آ گیا اور اس طرح بس گیا تو وہ غیر زبان کا نہیں رہتا۔ ہمارا ہو جاتا ہے۔ اسے ہم نکال دیں تو سوائے ہماری زبان کے اس کا کہیں ٹھکانا نہیں رہتا۔ دوسری زبان میں مل جانے سے نہ اس کی وہ پہلی سی صورت اور چہرہ مہرہ رہتا ہے اور نہ سیرت و خصلت۔ وہ اگر اپنی اصل زبان کی طرف جائیگا تو پہچان بھی نہ پڑے گی اور کوئی اسے وہاں گھسنے نہ دے گا"۔(۷)

"عبدالغفور نساخ" نے رسالہ "تحقیق زبان" میں یہ رائے دی کہ:

"زبان اردو روزمرہ شہر دہلی کو کہتے ہیں۔ اس شہر میں قدیم الایام سے برابر ہندی مروج تھی۔ جب شہاب الدین محمد غوری نے اہل ہنر کو شکست دی اور تمام ملک ہند غوری کے قبضہ اختیار میں آیا رفتہ رفتہ زبان قدیم میں لفظ فارسی، عربی ترکی ملتا گیا۔ ۱۰۵۸ء میں شاہجہاں نے شاہ جہاں آباد (دہلی) آباد کیا تو اطراف وجوانب سے عالم، ہر قسم کے ذی علم اور صاحب استعداد اور قابل لوگ جمع ہوئے، قدیم ہندی متروک ہونے لگی، محاورے میں فرق ہونے لگا، زبان اردو کی ترقی شروع ہوئی۔"(۸)

ڈاکٹر گلکرائسٹ نے ہندوستانی فلالوجی مطبوعہ ۱۸۱۰ء (لندن) میں لکھا ہے کہ

"جب تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا اس وقت سے اردو کی بنیاد قائم ہوئی"۔(۹)

اردو زبان مین ہندی فارسی اور عربی کی تمام آوازیں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ انیسویں صدی کی ابتداء تک ہندی، ہندوی، دہلوی، ریختہ، ہندوستانی دکنی اور گجراتی غرض مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا رہا۔

محمد حسین آزاد کا نظریہ۔(برج بھاشا کی بیٹی)

محمد حسین آزاد ''آب حیات'' میں لکھتے ہیں۔

"اتنی بات ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ہماری زبان اردو برج بھاشا سے نکلی ہے اور برج بھاشا خاص ہندوستانی زبان ہے۔ لیکن وہ ایسی زبان نہیں کہ دنیا کے پردے پر ہندوستان کے ساتھ آئی ہو۔ اس کی عمر آٹھ سو برس سے زیادہ نہیں ہے۔ اور برج کا سبزہ زار اس کا وطن ہے۔۔۔ اسے فقط شاہجہاں کا اقبال کہنا چاہیے، کہ یہ زبان خاص وعام میں اس کے عہد میں اردو کی طرف منسوب ہو گئی ورنہ جو نثر و نظم کی مثالیں بیان ہوئی ہیں۔ ان سے خیال کو وسعت دے کر کہہ سکتے ہیں۔ کہ جس وقت مسلمانوں کا قدم ہندوستان میں آیا ہو گا۔ اسی وقت سے ان کی زبان نے یہاں کی زبان پر اثر کرنا شروع کر دیا ہو گا"(۱۰)

محمد حسین آزاد کے خیال کے مطابق فارسی اور برج بھاشا کے الفاظ کے آپس کے لین دین سے اردو وجود میں آئی۔ آزاد نے وقت دہلی اور گردو نواح کی بول چال کی زبان برج بتائی ہے۔ لیکن ان کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا۔ اردو پر برج کے اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ دو سو سال تک آگرہ مسلمانوں کا دار لحکومت رہا ہے۔ اور یہاں برج بولی جارہی تھی۔ شاہ جہاں کے عہد میں دہلی کی مرکزیت بحال ہوئی۔ تو آہستہ آہستہ برج کے اثرات ختم ہونا شروع ہو گئے جس طرح پنجابی اور اردو مشابہت کے باوجود الگ زبان ہیں۔ اس طرح برج اور اردو الگ الگ زبانیں ہیں۔ اردو اور برج کے فرق کی وضاحت کے مندرجہ ذیل جملے دیکھے جا سکتے ہیں۔

اردو۔۔۔ میرا بیٹا آیا	اس نے میرا کہنا نہ مانا
برج۔۔۔ میرو بیٹو آیو	وانے میرو کہیو نہ مانیو

اس میں ملتے جلتے الفاظ ضرور موجود ہیں۔ لیکن یہ صرف برج ہی میں نہیں بلکہ دوسری زبانوں میں بھی ایسے الفاظ کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ برج اور اردو کی ساخت و پرداخت میں فرق ہے۔ لہذا ان میں ماں بیٹی کا رشتہ نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ کہ اردو برج بھاشا سے نہیں نکلی۔ مگر آزاد کی یہ کاوش قابل تحسین ہے کہ اردو کے آغاز کے بارے میں مخلوط زبان کے تصور سے ہٹ کر پہلی بار اردو کا ماخذ کسی دوسری زبان کو قرار دیا۔ اور اردو زبان کی ساخت میں اس کے ماخذ کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد حسین آزاد کو زبانوں میں لسانی روابط کا شعور تھا۔ محمد حسین آزاد کے لسانی شعور کا بھرپوری اظہار '' سخندان فارس" میں ہوتا ہے۔ اس کتاب میں انہوں

نے عمومی لسانیات کے مسائل سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے۔ آزاد نے پہلی مرتبہ زبانوں کے آپس کے رشتہ کو محسوس کر کے انہیں ماں، بہن اور بیٹی کے نام دیے۔ وہ ایرانی اور ہندی زبانوں کو بہنیں قرار دیتے ہیں۔ وہ ایرانی وہ ہندی کو متحد الماخذ قرار دینے کے بعد ان میں مماثلتوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف زبانوں کے لسانی تغیر و تبدل کی صورتوں کو بھی موضوع بحث بناتے ہیں۔ لسانی تغیرات کے حوالے سے محمد حسین آزاد نے صوتی تبدیلیوں کو بھی اہمیت دی ہے۔ انہیں نے کوئی اصطلاح تو استعمال نہیں کی مگر حروف سے مراد ان کی نطقی آوازیں ہی ہیں۔ ان کے خیال میں جو حروف قریب المخرج ہیں وہ باہم بدل جاتے ہیں۔ اور اس کا سبب مختلف علاقوں کے اعضائے صوت میں فرق ہوتا ہے۔ محمد حسین آزاد نے زبانوں کے حوالے سے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ان کے لسانی پختہ شعور کا نتیجہ ہے۔

نصیر الدین ہاشمی کا نظریہ (دکن میں اردو)

"دکن میں اردو" کا نظریہ نصیر الدین ہاشمی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ "دکن میں اردو" کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں اور دوسرا ۱۹۲۶ میں شائع ہوا۔ "پنجاب میں اردو" کی اشاعت ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ ایوب صابر اس حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "دکن میں اردو" کی تیسری اشاعت ۱۹۳۶ء میں ہوئی دکن میں اردو کی ابتداء سے متعلق اس ایڈیشن میں کوئی واضح دعویٰ موجود نہیں۔ جبکہ ترقی اردو بیورو نئی دہلی کا نسخہ جس کا چھٹا ایڈیشن ۱۹۶۴ء کی بنیاد پر شائع کیا گیا۔ تیسرے اور چھٹے ایڈیشن کے بیانات ایک جیسے ہیں۔ ہاشمی سندھ میں اردو کی ابتداء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ سندھ کے فاتحین عرب تھے۔ جبکہ اردو میں فارسی کا حصہ زیادہ ہے۔ اس لیے اردو کی ابتداء سندھ سے نہیں ہوئی۔ (۱۱)

یہ امر غور طلب ہے کہ جب مسلمانوں نے مدتوں دکن میں حکومت کی، تجارت کی، مذہبی تعلیم دی، ان کا اُٹھنا بیٹھنا یہاں کے ملکی باشندوں کے ساتھ رہا اور ہر وقت کام کاج خرید و فروخت میں ان سے سابقہ رہتا تھا۔ تو ظاہر ہے ایک خاص زبان کا پیدا ہونا ضروری تھا۔

> "جب نصیر الدین ہاشمی نے علامہ اقبال کو اپنی کتاب "دکن میں اردو" پیش کی تو اپنے خط میں اقبال نے اس کوشش کو سراہتے ہوئے یہ بھی تحریر کیا۔ "غالباً پنجاب میں بھی کچھ

پُرانا مسالہ موجود ہے اگر اس کے جمع کرنے میں کسی کو کامیابی ہو گی تو مؤرخ اردو کے لیے نئے سوالات پیدا ہوں گے "۔ (۱۲)

نصیر الدین ہاشمی اردو زبان کی ابتداء کا سراغ دکن سے لگاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے مسلمان مالابار کے ساحلوں پر تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ اور اس تجارت کے سلسلے میں ان کا تعلق مقامی باشندوں سے ہوا۔ جس میں روز مرہ کی گفتگو۔ تجارت کے مسائل اور لین دین کے لیے ایک زبان کی ضرورت پیش آئی اس میل ملاپ کے نتیجے میں جو کہ عربوں اور دکن کے مقامی لوگوں کے درمیان رہا ایک نئی زبان اردو کی صورت میں سامنے آئی مگر ڈاکٹر غلام حسین اس نظریے کی تردید کرتے ہیں۔ عربی ایک سامی نسل زبان ہے جبکہ اردو کا تعلق آریائی خاندان سے ہے۔ لہٰذا دکن میں اردو کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس جگہ کو اردو کی ارتقاء کا مقام تو کہا جا سکتا ہے۔ مگر اردو کی ابتداء دکن سے نہیں کہی جا سکتی۔ اس طرح دیکھا جائے تو جنوبی ہند (دکن) میں مقامی لوگوں کے عربوں کے ساتھ تعلقات ابتدائی اور تجارتی نوعیت کے تھے۔ کیونکہ عربوں نے ان علاقوں میں مستقل سکونت اختیار نہیں کی۔ ان کا صرف تجارت کی غرض سے آنا جانا لگا رہا۔ تو ایسی صورت میں ایسی قربت اور روابط نہیں پیدا ہو سکتے کہ لسانی تبدیلی مکمل طور پر پیدا ہو گئی ہو۔

سید سلیمان ندوی کا نظریہ (سندھ میں اردو)

سید سلیمان ندوی کا مقالہ "اردو کیوں کر پیدا ہوئی" ان کی کتاب نقوش سلیمانی میں شامل ہے جس کے مطابق سندھ اور گجرات اسلامی عہد سے پہلے بھی عربوں اور ایرانیوں کے جہازوں کی گزر گاہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ چنانچہ ان زبانوں کے اثرات بہت خاموشی سے پھلتے پھولتے رہے۔ فتح سندھ کے بعد ہندوؤں اور مسلمانوں کا میل جول بھی ملتان سے لے کر ٹھٹھہ تک سندھ میں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ عربی اور فارسی کے اثرات جس طرح اس زبان پر پڑے اور سندھ میں اردو پیدا ہوئی۔ ایک مقام پر سلیمان ندوی ایسے لکھتے ہیں۔

"مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچتے ہیں۔ اس لیے قرین قیاس ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا" ہیولیٰ "اسی وادئ سندھ میں تیار ہوا ہو گا۔۔۔ مولانا ندوی کے نظریے پر کسی بحث کی اس لیے ضرورت نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے مضمون "اردو کیونکر پید ہوئی" میں خود اس نظریے کی تردید کی۔ میرامن کا اقتباس نقل کر

کے لکھتے ہیں۔'' ان چند سطروں میں اردو کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے وہ زمانہ اور اشخاص کے ناموں کو چھوڑ کر سرتاپا حقیقت ہے"۔(۱۳)

اس سے ثابت ہوا سید سلیمان ندوی خود اپنے نظریے میں الجھے ہوئے ہیں۔پہلے وہ سندھ میں اردو کو تلاش کر کے بعد میں میر امن کے نظریے کو درست مان لیتے ہیں، اور اردو کے ماخذ کو دہلی اور نواحِ دہلی کی پرانی بولی بتاتے ہیں، کہ ہم جس زبان کو اردوئے معلی کہتے ہیں۔وہ اطراف دہلی کی پرانی زبان جو وہاں پہلے سے بولی رہی تھی۔اور جس میں زمانے کے قاعدہ کے مطابق انقلاب اتار چڑھاؤ ہو کر لفظوں کی مناسب صورت بن گئی سید سلیمان ندوی کا خیال ہے کہ

"مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے ہیں اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولیٰ اسی وادئ سندھی میں تیارا ہوا ہو گا۔۔۔ جس کی حد اس زمانے میں ملتان سے لیکر بھر اور ٹھٹھہ کے سواحل تک پھیلی ہوئی تھی۔موجودہ اردو ان ہی بولیوں کی ترقی یافتہ اور اصلاح شدہ شکل ہے۔یعنی جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں۔ اس کا آغاز ان ہی بولیوں میں عربی و فارسی کے میل سے ہوا اور آگے چل کر دارالسلطنت دہلی کی بولی سے جس کو دہلوی کہتے ہیں مل کر معیاری زبان بن گئی۔" (۱۴)

اس بات کو سید حسام الدین راشدی اس طرح دہراتے ہیں کہ

"اردو ہندو مسلمان کی وہ مشترک زبان ہے جو مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد، حکومت اور تمدنی روابط کی بدولت اس طرح وجود میں آئی کہ اسلامی زبانوں کے ہزارہا الفاظ ہندی زبانوں میں شامل ہو گئے اور اہل ہند، ہندو ہوں یا مسلمان، انہیں سمجھنے اور بولنے لگے۔بے شبہ اردو کو اپنی موجودہ معیاری شکل اختیار کرنے میں بہت مدت صرف ہوئی اور مختلف مدارج و مراحل سے گزرنا پڑا لیکن اگر اس کے وجود میں آنے کا وہ سبب، جو اوپر بیان ہوا مسلم ہے تو یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلمان سب سے پہلے سندھ میں آئے، اور یہیں اُن کی زبان عربی اور پھر فارسی کا ہندی زبانوں سے ارتباط و اختلاط شروع ہوا۔لہٰذا یہ ایک واضح اور یقینی امر ہے کہ اردو کا اصلی مولد سندھ ہے"۔(۱۵)

اس میں شک نہیں کہ سندھ میں مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کا اثر مستقل رہا۔ مقامی لوگوں کا لباس۔ رہن سہن، کلچر، تہذیب، زبان میں واضح تغیر رونما ہوا بلکہ عربی زبان کی تہذیب کے اثرات آج تک سندھ کی ثقافت میں نظر آتے ہیں۔ سندھ میں عربی زبان کے الفاظ پاکستان کی تمام زبانوں سے زیادہ موجود ہیں سندھی کا رسم الخط بھی عربی زبان سے بہت حد تک ملتا جلتا ہے۔ سندھی زبان میں دیسی زبان کی بجائے عربی زبان کے الفاظ بولے جاتے ہیں ۔ مثلاً پہاڑ کو سندھی میں ' جبل ' اور پیاز کو ' بصل ' کہتے ہیں۔ اس دور کے بعض سیاحوں نے یہاں فارسی اور سندھی کے رواج کا ذکر ضرور کیا۔ مگر ان بیانات سے اس بات کی وضاحت ممکن نہیں کہ نئی مخلوط زبان کا وجود بھی تھا۔ البتہ قیاس ہی کیا جا سکتا ہے۔ سندھی اور ملتانی میں عربی اور فارسی کی آمیزش ہوئی ہو گئی۔ آمیزش کہاں تک مناسب ہے اس کا فیصلہ کرنا دشوار ہے۔

حافظ محمود شیرانی کا نظریہ (پنجاب میں اردو)

حافظ محمود شیرانی نے اردو زبان کی ابتداء کے موضوع پر "پنجاب میں اردو" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں وہ اپنے نظریے کی وضاحت تاریخی اور لسانی پہلو سے کرتے ہیں۔ اسلام کی آمد کے بعد پنجاب میں دینی و دنیاوی ترقی ہوئی ہے۔ ساتویں صدی میں مقدس ہستیاں پنجاب میں جنم لینے لگیں جن میں ملک عین الدین، سید معین الدین ممتاز، قاضی رکن الدین، قصور میں سراج الدین، ملتان میں شیخ بہاؤالدین زکریا، اجودھن میں شیخ فرید الدین، شامل ہیں۔ شیرانی اردو کے آغاز کو اکبر بادشاہ جہاں کے عہد سے وابستہ کرنے کے عادی نہیں۔ بلکہ اسے بھی قدیم گردانتے ہیں۔ اور برج بھاشا کی بیٹی ہونے پر اختلاف کرتے ہیں کہ دونوں زبانوں کی صرف و نحو اور خدوخال ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اردو اور برج بھاشا کا ماں بیٹی کا کوئی تعلق ہیں مگر بہنوں بہنوں کا ہو سکتا ہے۔ حافظ محمود شیرانی اپنے نظریے کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> " ہم دیکھتے ہیں کہ اردو اپنی صرف و نحو میں ملتانی زبان کے بہت قریب ہے دونوں میں اسماء افعال کے خاتمے میں الف آتا ہے۔ دونوں میں جمع کا طریقہ مشترک ہے۔ یہاں تک کہ دنوں کے جمع کے جملوں میں نہ صرف جملوں کے اہم اجزاء بلکہ ان کے توابعات و ملحقات پر بھی ایک ہی قاعدہ جاری ہے۔ دونوں زبانیں تذکیر و تانیث کے قواعد وافعال میں متحد ہیں۔ پنجابی اور اردو میں ساٹھ فیصد سے زیادہ الفاظ مشترک ہیں۔ (۱۲)

شیرانی کے مطابق پنجابی زبان برج اور دوسری زبانوں کے باہمی تعلقات کے ساتھ آہستہ آہستہ تبدیلیاں قبول کرلی اور اردو کی شکل میں بدل جاتی ہے پنجاب کا اردو کے ساتھ رابطہ اس طرح منقطع نہیں ہوتا بلکہ آنے والے زمانے کے سیاسی اسباب اس میں جدت پیدا کرتے ہیں۔حافظ محمود شیرانی کے" پنجاب میں اردو" کتاب کے مقدمے میں اپنے نظریے کی تلخیص پیش کی ہے۔جس سے ان کے نظریے کو سمجھنے میں مدد ملے گی کہ

> "ہم اردو کے آغاز کو شاہجہاں یا اکبر کے دربار اور لشکر گاہوں کے ساتھ وابستہ کرنے کے عادی ہیں۔لیکن یہ زبان اس زمانے سے بہت زیادہ قدیم ہے۔بلکہ میرے خیال میں اس کا وجود انہی ایام سے ماننا ہوگا جب سے مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں کہا جاتا ہے کہ۔۔۔جس زبان سے اردو ارتقاء پاتی ہے وہ نہ برج ہے نہ ہریانی اور نہ قنوجی ہے۔بلکہ وہ زبان ہے جو صرف دہلی اور میرٹھ کے علاقوں میں بولی جاتی تھی۔۔۔اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ دہلی میں مسلمانوں کی آمد کے وقت کون سی زبان بولی جاتی تھی؟یا وہ راجستھانی ہوگی یا برج اس میں شک نہیں آج دہلی،میرٹھ،مظفر نگر،سہارنپور،یا دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ دوآبہ میں اردو بولی جاتی ہے۔لیکن اب سے تین صدی پیشتر اس علاقہ کی یہ زبان نہ تھی۔بلکہ یہاں برج کا طوطی بول رہا تھا۔۔۔اردو نے ان علاقوں سے رفتہ رفتہ برج کو خارج کردیا۔۔۔اردو دہلی کی قدیم زبان نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دہلی میں جاتی ہے۔اور چونکہ مسلمان پنجاب سے ہجرت کرکے جاتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے۔کہ وہ پنجاب سے کوئی زبان اپنے ساتھ لے کر گئے ہوں۔۔۔دہلی میں یہ زبان برج اور دوسری زبانوں کے دن رات کے باہمی تعلقات کی بناء پر وقتاً فوقتاً ترمیم قبول کرتی ہے۔اور رفتہ رفتہ اردو کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔(۱۷)

شیرانی نے اردو اور پنجابی کے مشترک ہونے پر روشنی کچھ اس طرح ڈالی کہ دونوں زبانوں کی صرف ونحو بہت زیادہ ملتی ہیں۔دونوں کے اسماواعلام کے ختم پر الف آتا ہے۔جیسے۔

اُردو:لڑکا	چھوٹا	بڑا
پنجابی:منڈا	نِکا	وڈا

مصدر بنانے کے قوانین دونوں زبانوں میں یکساں ہیں۔ امر کے آخر میں" نا" کے اضافے سے مصدر بن جاتا ہے مذکر مؤنث کے قوانین بھی مشترک ہیں۔ الف پر ختم ہونیوالے الفاظ میں بدلنے سے تانیث بن جاتے ہیں۔

مذکر	مؤنث اردو	مؤنث پنجابی
اونٹ	اونٹنی	اونٹنی
بکرا	بکری	بکری
کالا	کالی	کالی

اردو اور پنجابی میں امر کا قاعدہ۔ (ماضی، حال، مستقبل) مجہول و معروف کے اصول، ندائیہ۔ دعائیہ، نفی کے کلمات، مستقبل کے قوانین ایک ہی طرح کے ہیں۔ اس طرح تمام زمانے اور ان کی گردانیں بھی ایک جیسی ہیں ۔ شیرانی کے مطابق دہلی کی زبان انقلاب زمانہ سے دوچار ہوتی رہی اس لیے پنجابی سے دور ہو گئی۔ شیرانی کی کتاب پنجاب میں اردو ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔ محی الدین قادری زور جیسے ماہرین لسانیات محمود شیرانی کے نظریے کی حمایت کرتے ہیں۔ اور پنڈت دتا تیریہ کیفی نے بھی تائید کی۔ڈاکٹر زور کی ہندوستانی لسانیات ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ

> "ہمارے اس نظریے کا مزید ثبوت اردو کی دکنی شاخ پر غور وخوض کرنے سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ جب شمال کے مسلمانوں نے دکن پر حملہ کیا تو وہاں ان کے ساتھ وہی زبان گئی جو ابھی خام تھی۔ اور جس پر نواحی دہلی کی زبان کا پورا اثر نہیں پڑنے پایا تھا۔ یہ غیر پختہ زبان دکن میں پھیل گئی اور بالکل نئے اصولوں پر نشوونما پانے لگی۔ وہ ان اثرات سے محروم رہی جو شمال میں اردو کی تشکیل کر رہے تھے۔ اور جن کی وجہ سے وہاں اردو رفتہ رفتہ کھڑی بولی سے قریب ہوتی جا رہی تھی" (۱۸)

پنڈت کیفی کی کیفیہ ۱۹۴۲ء میں چھپی، ابتدائی حصے میں اردو کے آغاز کے ابتدائی نظریات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ جس کے نتائج درج ذیل ہیں۔

۱۔ اردو زبان پنجاب میں پیدا ہوئی

۲۔ اردو کی پیدائش کے ذمہ دار ہندو اور مسلمان دونوں ہیں

۳۔ اردو کی تدوین و تنظیم دہلی میں ہوئی۔ [۱۹]

اس طرح ڈاکٹر گراہم بیلی، ڈاکٹر سینتی کمار چیڑ جی، گریرسن نے بھی حافظ شیرانی کے نظریے کی تائید کی ہے۔ "پنجاب میں اردو" کی اشاعت سے پہلے محمد حسین آزاد کے نظریے کو ہی مقبولیت حاصل تھی۔ مگر اس کتاب کے بعد اردو زبان پر پنجاب کی سرزمین کے دروا ہوئے۔ پروفیسر سینٹی کمار چیڑ جی نے بھی پنجاب میں مسلمان فاتحین کے معاشرتی اور نسلی اختلاط کا ذکر کیا ہے۔ اور ڈاکٹر زور کے نقطہ نظر کی تائید کی ہے۔ ان کے خیال میں قدرتی طور پر وہی زبان مسلمانوں نے اختیار کی جو اس وقت پنجاب میں بولی جارہی تھی۔ ان کے مطابق پنجابی زبان خاص کر مشرقی پنجاب اور یو۔پی کے مغربی اضلاع کی بولیوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ اور جب مسلمان اس سرزمین پر وارد ہوئے ہوں گے اس وقت یہ فرق اور بھی زیادہ کم ہو گا۔ اور یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ پنجاب کے مغربی اور مشرقی حصوں میں تقریباً ایک دوسرے سے ملتی جلتی بولیوں کا ہی رواج ہو۔ حافظ محمود شیرانی کے نظریے کے فوراً بعد ہی محمد حسین آزاد کے نظریے کی تردید ہو گئی اردو کا برج سے رشتہ منقطع ہو گیا۔ اور پنجاب میں اردو کا نظریہ خاص وعام میں مقبول ہونا شروع ہو گیا۔ مگر پنڈت برج موھن اور دتاتریہ کیفی کی تالیف "کیفیہ" کے سامنے آنے پر "پنجاب میں اردو" کا نظریہ مشکوک ہو گیا۔ مگر پنڈت صاحب خود کوئی واضح نظریہ چونکہ پیش نہیں کر سکے اس لیے حافظ محمود شیرانی کی اہمیت میں زیادہ کمی واقع نہیں ہو سکی۔ اردو کے بارے پروفیسر حافظ محمود شیرانی کا یہ استدلال اہمیت رکھتا ہے۔ کہ غزنوی کے دور میں جو ڈیڑھ سو سال پر محیط ایک بین الاقوامی زبان چونکہ اردو پنجاب میں بنی اس لیے یا تو اس میں پنجابی زبان یا اس کے قریب کی زبانیں شامل ہوں گی۔ حافظ محمود شیرانی کا نظریہ حسب ذیل دعوؤں پر قائم ہے۔

"۱۔ اردو کا وجود ان ایام سے ماننا ہو گا جب سے مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں۔

۲۔ دہلی اور یو پی کے مغربی اضلاع میں جہاں آج اردو زبان ہے تین صدی بیشتر اس علاقے کی یہ زبان نہ تھی بلکہ جہاں برج کا طوطی بول رہا تھا۔

۳۔ اردو مسلمانوں کے ساتھ پنجاب سے دہلی (اور یو پی کے مغربی اضلاع میں) گئی اور رفتہ رفتہ برج کو ان علاقوں سے خارج کر دیا۔

۴۔ دہلی میں یہ زبان برج اور دوسری زبانوں کے اثرات کے تحت ترمیم قبول کرتی رہی اور رفتہ رفتہ اردو کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔

۵۔ تغلق کے عہد کی دہلوی اردو کے نمونے دکنی ادب میں ملتے ہیں۔ دہلوی زبان انقلابات سے دوچار ہوتی رہی۔ اس لیے پنجاب سے دور جاپڑی۔

۶۔ پنجابی اور اردو کی مماثلت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجابی اردو کی ماں ہے۔" (۲۰)

حافظ محمود شیرانی کا مؤقف اس حد تک درست مانا جاتا ہے کہ اردو کے نمونے مغلوں کے عہد اور دکنی ادب میں پائے جاتے ہیں مگر یہ دعوی تحقیق طلب ہے کہ دہلوی زبان انقلابات سے دور چار ہوتی رہی۔ اس لیے پنجابی سے دور جاپڑی۔ اس تحقیقات میں ڈاکٹر مسعود حسین خان اس نظریے کی تردید کرتے ہیں کہ مرہٹی اور گجراتی کے بعض اثرات کو چھوڑ کر دکنی تمام الفاظ کی وضاحت دہلی کے قرب وجوار کی تین بولیوں جن میں ہریانی۔ کھڑی، اور برج شامل ہیں کی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان نے یہ تمام مشترک عناصر کو راجستھان کی بولی میواتی سے ثابت کی۔ کہ پنجاب سے دہلی کی طرف جاتے ہوئے ہریانہ سے گزرنا پڑتا ہے اس لیے ہریانی پر پنجابی کے اثرات ہیں۔ ان اختلافات کی بناء پر اردو اور پنجابی ساخت اور مزاج کے اعتبار سے دو الگ الگ زبانیں ہیں۔ پنجابی اور اردو میں بہنوں کا رشتہ تو ہو سکتا ہے۔ لیکن ماں بیٹی کا رشتہ نہیں ہو سکتا۔

> "اصل میں زبانوں کا جو نقشہ آج ہے وہی آٹھ سو اور وہی آج سے اٹھارہ سو برس پہلے (پراکرتوں) بھی تھا۔ یعنی صوبائی اور مقامی بولیوں کی کثرت کے درمیان ایک ادبی زبان کی وحدت۔ یہ لسانی نقشہ سیاسی الٹ پھیر کے ساتھ بدلتا رہا۔ سنسکرت، پالی، شورسینی اور برج بھاشا وسیع علاقوں میں مشترکہ ادبی زبانوں کے طور پر مروج رہیں۔ لیکن بول چال کی زبانیں بھی ساتھ ساتھ زندہ رہیں۔ آج بھی اردو کی موجودگی اور مقبولیت کے ساتھ ساتھ بول چال کی اکثر علاقائی زبانیں اور بولیاں زندہ ہیں۔ اردو تنہا زبان انہیں علاقوں کی ہے جہاں یہ کبھی بولی کے طور پر مروج تھی۔ (۲۱)

گجرات، بمبئی، دکن، پنجاب، اودھ، بہار، جہاں کہیں اردو بولی جاتی ہے وہاں مقامی بولیاں بھی ساتھ ساتھ بولی جاتی ہیں۔ تہذیبی زبان اگر اردو ہے تو بول چال کی مقامی بولی کوئی اور ہے، اور کہیں اردو کے ساتھ ساتھ دوسری بولیاں بھی اس معاشرہ کا حصہ ہیں۔ کوئی بعض علاقے ایسے ہیں جہاں شہروں میں اردو اور دیہاتوں میں لوگ مقامی بولی بولتے ہیں۔ مگر اردو ایسی زبان ہے جو دیہات اور شہر دونوں جگہ بولی اور سمجھی جاسکتی ہے۔

مختلف ذیلی نظریات

اردوزبان کے آغاز کے بارے میں سرحد میں اردو بھی ایک نظریہ رہا جس کے مطابق وہ سب عوامل جو سندھ۔ملتان، پنجاب، دہلی، دکن وغیرہ میں اردو کے آغاز، ترقی اور ترویج کے سلسلے میں رہے وہ ہی سب عوامل سرحد کے علاقے میں بھی موجود تھے۔صوبہ سرحد کے اہل علم جب ان تمام حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اردو کی پیدائش در حقیقت صوبہ سرحد کے کوہستانی خطے کی ہے۔اردو سنسکرت اور فارسی کے ملاپ کا نتیجہ ہے تو اس کا ضمیر بھی صوبہ سرحد کے سنگلاخ ماحول میں پروان چڑھا اور اس وقت ترویج ہوئی جب ایرانیوں نے پہلے پہلے ہندوستانیوں پر حملہ کیا۔اور یہ کہ ہند کو اردو کی ابتدائی شکل ہے۔

امتیاز علی خان عرشی کے اردو اور پشتو کے تعلق پر سب سے پہلے کام کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ

> "اردوزبان کی پیدائش سب سے بڑا سبب ہندوستان میں افغانوں کی آمد تھی اور اس نئی زبان میں عربی، فارسی، ترکی اور مغلی کا سبب نہیں بہت بڑا حصّہ افغانوں کی زبان اور ان ہی کی وساطت سے داخل ہوا۔خود ان زبانوں کے بولنے والوں کے ذریعے سے بہت کم لفظ یہاں آئے تھے۔یہ لوگ ہندوستان میں آنے سے صدیوں پہلے اسلام لا چکے تھے، اور نسلوں سے عربی زبان ان کی مذہبی مقدس زبان قرار پاگئی تھی۔اس لیے ان کے ساتھ عربی الفاظ بھی آئے۔کچھ عربی الفاظ ان کی فارسی بولی میں دخیل تھے اور پشتو میں بھی اس بناء پر عوام وخواص اور مغربی ومشرقی دونوں قسم کے افغانوں کے ذریعے سے اردو میں داخل ہوئے۔ترکی زبان افغانستان کے کچھ علاقوں کی بھی زبان تھی۔جب افغانی ہندوستان میں وارد ہوئے۔تو اُن کے ساتھ سب زبانیں بھی آئیں۔رفتہ رفتہ یہاں کی دیسی زبانوں میں بھی اُن کے الفاظ داخل ہو گئے۔چونکہ افغانوں نے اپنا ہندوستان دفتر بھی فارسی ہی میں رکھا تھا۔اس لیے قدرتی طور پر فارسی اور وہ عربی الفاظ زیادہ اختیار کیے گئے جو فارسی میں آزادانہ استعمال کے جاتے تھے۔لیکن اس کے ساتھ بیت سے خالص پشتو لفظ بھی داخل ہوئے۔ان پشتو الفاظ کی فہرست میں وہ سب الفاظ داخل ہیں جو اصلاً سنسکرت سے تعلق رکھتے ہیں۔لیکن اُن کی مروجہ شکل ہندی میں نہیں پائی جاتی۔اس لیے یہ کہنا چاہیے کہ وہ افغانستان میں ڈھل کر یہاں آئی ہے۔

اس طرح پشتو اور اردو کے مشترک لفظ بھی، جن کی سنسکراتی یا پراکرتی اصل نامعلوم یا مشتبہ ہے اس وقت تک پشتو ہی کے تسلیم کیے جائیں گے جب تک اُن کی سنسکرتی یا پراکرتی اصل کا قرار واقعی پتہ نہ چل سکے۔ ہماری زبان میں بہت سی عربی، فارسی اور ترکی لفظ اپنے اصلی تلفظ سے ہٹ گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ سب تفسیرات ہندی لہجے کا نتیجہ ہوں لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ افغانی بھی ان لفظوں کو بالکل ہمارے مطابق بولتے ہیں۔" (۲۲)

ہندوستانی پٹھان تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آج تک اُن میں یہ نسلی خاصیت موجود ہے جو سرحد کے پٹھانوں میں پائی جاتی ہے۔ علاؤالدین خلجی، دہلی سلطنت کے بادشاہ اس میں عمال و گورنر زیادہ تر اسی علاقے سے آئے تھے۔ کرنل راورٹی بھی پشتو لغت کے بارے میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔

" پشتو زبان میں بہت سے لفظ ایسے ملتے ہیں۔ جو اردو میں بھی نظر آتے ہیں۔ مگر ان سب کا سراغ واضح طور پر سنسکرت میں نہیں ملتا۔ کم از کم اس وقت تک کہ انہیں کسی اور اصلی زبان کا ثابت کیا جائے۔ خاص پشتو اصطلاحیں سمجھنے کی طرف مائل ہوں جو بالکل اسی طرح ریختہ میں شامل ہو کر گھل مل گئی ہیں۔ جیسے سنسکرت، عربی، فارسی بلکہ پرتگالی اور ملیالم کے لفظ۔ محمود غزنوی کے حملے کے بعد سے یہاں (ہندوستان) ان کی مستقل ہستیاں آباد ہیں اور اُن کی اولاد ہندوستانی پٹھانکہلاتی ہے جو ہندوستان مسلمان کا ایک بڑا حصہ شمار ہوتے ہیں۔ اور تقریباً سب کے سب اردو بولتے ہیں"۔ (۲۳)

پشتو اور اردو میں صرف ذخیرہ الفاظ ہی آپس میں نہیں ملتا بلکہ تہذیبی اثرات بھی مشترک ہیں۔ فارسی زبان کے اثر نے فکر و اظہار میں دونوں زبانوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ جب کہ پروفیسر منور رؤف کہتے ہیں کہ

"بخاری صاحب نے " ادبیات سرحد " میں زبان اردو کے ماخذ کے بارے میں بالکل انوکھا قیاس پیش کیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اردو صوبہ سرحد سے نکلی ہے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے وہ حقیقت سے زیادہ جذبات سے کام لے رہے ہیں۔ کیونکہ اردو اور پشتو میں کسی قسم کی مماثلت نہیں دکھائی دیتی۔ بلکہ ان دونوں زبانوں کے تو رسم الخط میں بھی فرق ہے۔ اور حروف تہجی میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے"۔ (۲۴)

ہندکو اور اردو میں مشابہت اسی طرح سے ہے جس طرح اردو اور پنجابی میں ہے۔ ہندکو پنجابی اور اردو تعلق ہند آریائی سے ہے۔ لیکن پشتو کا تعلق آریائی خاندان کی ایرانی شاخ سے ہے۔ اگر اردو سرحد میں جنم لیتی تو وہاں کی مقامی زبان ہوتی اردو ہنگو افریکا اور ادبی زبان کی حیثیت سے تمام ہندستان میں پھیلی بالکل اس طرح سرحد میں بھی آئی۔ حافظ محمود شیرانی سے "پنجاب میں اردو" میں لسانی رشتوں کا تعین کیا۔ گریرسن اور گراہم بیلی حافظ سے پہلے اردو میں پنجابی کے اثرات کی نشاندہی کر چکے تھے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اردو کے ارتقاء کا سلسلہ پراکرت عہد کی بولی سے جوڑا ہے۔ اردو اور پالی کے لسانی رشتوں کو اُجاگر کیا ہے۔ اور ڈاکٹر چیٹرجی کے نظریات سے استفادہ کیا ہے۔ اردو کے ارتقائی مدارج کے مباحث میں انہوں نے رام بابو سکسینہ اور شیام سندر داس کے نظریات سے فائدہ اُٹھایا۔ جن کے حوالے اُن کی کتاب "اردو زبان کا ارتقاء" (۱۹۵۶ء) میں اکثر مقامات پر ملتے ہیں۔ زبان کی گروہ بندی کے سلسلے میں گریرسن، ہیورنلے او شیام سندر داس کے نظریات سے استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین کان نے "مقدمہ تاریخ زبان اردو" (۱۹۴۸ء) میں اردو پر اس کی ہمسایہ زبانوں خاص طور پر کھڑی بولی اور ہریانی کے اثرات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اردو پر پنجابی کے اثرات کے علاوہ ہریانی کا اثر قرار دیا ہے۔ اور سند کے طور پر جمیز لاگ کا حوالہ دیا ہے۔ زبانوں کی گروہ بندی کے سلسلے میں گریمرسن، ہیورنلے، اور چیٹرجی سے استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسن خان اور ڈاکٹر شوکت سبزواری اگرچہ لسانیات کے اصولوں سے باخبر ہیں۔ مگر اردو کی ابتداء کے نظریات میں پنجابی کو نظر انداز کر کے اردو کا مسکن دہلی کو بناتے ہیں۔ اردو کی نشوونما اور ارتقا کو تو دہلی میں اور اس کے قرب وجوار میں پنپنے کا موقع مل سکتا ہے۔ مگر اس کی ابتداء کی اس علاقے سے سند نہیں ملتی ان کے مطابق اردو میرٹھ اور دہلی کی زبان ہے۔ اس کو کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ اردو اپنی ہار سنگھار کے ساتھ دہلی اور یوپی کے مغربی اضلاع میں بولی جاتی ہے۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہمیں کہ اس کا آغاز انہی اضلاع میں ہوا یا کسی اور مقام میں جہاں سے اسے دہلی اور یوپی کے مغربی اضلاع میں لایا گیا۔ ڈاکٹر سہیل بخاری اور عین الحق فرید کوٹی نے اردو زبان کو دراوڑی زبان قرار دیا ہے۔ لیکن انہوں نے کاڈویل اور گسٹل کا حوالہ اپنی کتابوں "اردو کا روپ" اور "اردو زبان کی قدیم تاریخ" میں نہیں دیا۔ کاڈویل اور کسٹل نے دراوڑی زبانوں پر لسانیاتی تحقیق کی ہے۔ جبکہ سہیل بخاری اور عین الحق فرید کوٹی دراوڑی زبانوں سے واقف نہیں لہٰذا واقفیت نہ رکھنے کے باوجود ان زبانوں کے بارے میں کسی قسم کی رائے قائم کرنے کے لیے کاڈویل اور کسٹل کی تصانیف سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔

ماحاصل

اردو اپنی اصل کے لحاظ سے آریائی زبان ہے۔ عربی سامی خاندان کی زبان ہونے کی وجہ سے اردو کا ذخیرہ الفاظ عربی سے آیا ہے۔ عربی کے ساتھ فارسی الفاظ بھی اردو میں داخل ہوئے اور اس طرح بہت سی دوسری زبانوں کے الفاظ جذب کرنے کی صلاحیت اردو زبان میں موجود ہے۔ گزشتہ کئی سالوں میں انگریزی کے بہت سے الفاظ نے اردو میں جگہ بنالی ہے۔ اردو کی پیدائش کا علاقہ دہلی ہی گردانا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے دہلی کو ۱۱۹۳ء میں فتح کیا تھا یہی سال اردو کے آغاز کا سال قرار دیا جاتا ہے۔ اردو اور ہندی ساخت کے اعتبار سے ایک ہی زبان ہے۔ مگر رسم الخط کے تحریری انداز اور ذخیرہ الفاظ نے دونوں زبانوں کے ادبی علمی پہلو کو علیحدہ کر دیا ہے۔ ہندی دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور ان کا ماخذ سنسکرت ہے۔ جبکہ اردو عربی اور فارسی کی آمیزش سے یہ مسلمانوں کی زبان بن گئی۔ اور ۱۹۴۷ء کے بعد ہندی بھارت کی اور اردو پاکستان کی زبان کہلائی۔ اردو غالباً دنیا کی واحد زبان جس کی ابتداء صورت پذیر کی اور نشوونما کے بارے میں لسانی بحثیں اور تحقیقی جھگڑے ابھی تک جاری ہیں۔ ان تمام نظریات میں ایک بات مشترک ہے۔ کہ ان میں اردو کی ابتداء کی بنیاد مسلمانوں کی برصغیر ہندوستان آمد پر رکھی جاتی ہے۔ اور اس طرح مختلف لوگوں سے میل جول کے بعد اور مقامی اثرات سے جو زبان وجود میں آئی وہ اردو کہلاتی ہے۔ محققین اردو کی ابتداء مسلمانوں کی آمد کے بعد ہوئی یہاں تک تو متفق ہیں۔ مگر مقام، نوعیت کے تعین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، تنقید، تھیوری اور اصطلاحات، مثال پبلشرز، رحیم سنٹر، پریش کیٹ، امین پور بازار، فیصل آباد، ص ۱۴۴

۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، زبان اور اردو زبان حلقہ نیاز و نگار کراچی ۱۹۹۵ء ص ۴۳

۳۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، زبان اور اردو زبان حلقہ نیاز و نگار کراچی ۱۹۹۵ء ص ۴۳

۴۔ ایوب صابر، پروفیسر، اردو کی ابتداء کے بارے میں محققین کے نظریات، سرحد اکیڈمی (قلندر آباد)۔ ایبٹ آباد ۱۹۹۳ء ص ۴۵

۵۔ ایوب صابر، پروفیسر، اردو کی ابتداء کے بارے میں محققین کے نظریات، سرحد اکیڈمی (قلندر آباد)۔ ایبٹ آباد ۱۹۹۳ء ص ۴۶

۶۔ ایوب صابر، پروفیسر، اردو کی ابتداء کے بارے میں محققین کے نظریات، سرحد اکیڈمی (قلندر آباد)۔ ایبٹ آباد ۱۹۹۳ء ص ۴۹
۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، زبان اور اردو زبان ص ۱۵
۸۔ ایضاً ص ۴۴
۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، زبان اور اردو زبان ص ۴۴
۱۰۔ محمد حسین آزاد، مولانا، آب حیات، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور، سنن ندارد ص ۱۰
۱۱۔ ایوب صابر، پروفیسر، اردو کی ابتداء کے بارے میں محققین کے نظریات ص ۸۱
۱۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلیکشنز، اردو بازار لاہور
۱۳۔ ایوب صابر، اردو کی ابتداء کے بارے محققین کے نظریات ص ۸۱ ۱۹۸۴ء ص ۴۷
۱۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو (جلد اول) مجلس ترقی ادب لاہور: ۱۹۹۵ء ص ۶۷۳
۱۵۔ ایضاً ص ۶۷۳
۱۶۔ محمود شیرانی، حافظ، پنجاب میں اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد پاکستان ۱۹۹۸ء ص ۸
۱۷۔ ایضاً ص ۶۴
۱۸۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، ہندوستانی لسانیات، مکتبہ معین الادب لاہور: ۱۹۶۱ء ص ۱۱۴-۱۱۵
۱۹۔ پنڈت دتاتریہ کیفی، کیفیہ، مکتبہ معین الادب لاہور: مارچ ۱۹۵۰ء ص ۵۹
۲۰۔ ایوب صابر، پروفیسر اردو کیابتدا کے بارے میں محقیقن کے نظریات ص ۶۴
۲۱۔ ایضاً ص ۷۵
۲۲۔ امتیاز علی خان عرشی، اردو زبان کی بناوٹ میں پشتو کا حصہ، مطبوعہ اردو ادب کے آٹھ سو سال، کتاب منزل کشمیری بازار لاہور: ص ۹۳۷-۹۳۹
۲۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو (جلد اول) ص ۱۰۷
۲۴۔ ایوب صابر، پروفیسر اردو کی ابتداء کے بارے میں محققین کے نظریات ص ۱۷